انگریزی میں صلاح الدین ایوبی کی ایک سوانح

پروفیسر ایم الیس خاں

وہ عظیم تاریخی ہستیاں جنھوں نے اپنے ملک کی نمایاں خدمات انجام دیں اور جنھوں نے تاریخ کو نئے موڑ دئے، ان کے بارے میں مورخین و ناقدین ہر زمانے میں نئے زاویوں سے لکھتے رہیں گے اور ان کی شخصیت اور کارناموں سے متعلق جتنے بھی تحقیقی مطالعے کیے جائیں گے ان میں اختلاف رائے کی گنجائش بھی ہمیشہ باقی رہے گی۔ ان ہی ہستیوں میں تاریخ اسلام کا مایہ ناز مجاہد صلاح الدین ایوبی بھی ہے جو ہمیشہ مورخوں، شاعروں، ادیبوں اور فلسفیوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے موجودہ دور میں صلاح الدین پر جو کتابیں شائع ہوئی ہیں، ان میں سے اینڈر یو الیس اہرینکروٹز (EHRENKREUTS) کی کتاب SALADIN بھی ہے [1]

اس کتاب کے مطالعہ سے جو بات سب سے پہلے ذہن میں ابھرتی ہے وہ یہ ہے کہ مصنف کا اصل مقصد صلاح الدین کی عظمت کو پامال کرنا ہے اور اس کے لیے مصنف نے جن دلائل کو پیش کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) نورالدین ایک بہت عظیم مسلم قائد تھا اور صلاح الدین کی زندگی میں حطین کی فتح سے قبل کا زمانہ اس کے کارناموں کو سمجھنے کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے۔

(۲) صلاح الدین اپنے سیاسی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے صلیبی جنگ سے زیادہ مشرق وسطیٰ کی اسلامی ریاستوں کے خلاف لڑنے میں دلچسپی رکھتا تھا۔

---

[1] صلاح الدین، انڈر یو الیس اہرینکروٹز۔ اسٹیٹ یونیورسٹی آف نیویارک، البونی، امریکہ، صفحات ۲۹۰، قیمت ۱۰ ڈالر

(۳) اس نے "سستی شہرت" حاصل کرنے کی غرض سے بحر روم کے ساحل پر واقع زبردست عیسائی سلطنت طائر کو فتح کرنے کے بجائے ایک کمزور سلطنت بیت المقدس پر قبضہ کیا (مصنف اہرینکر وٹز کے خیال میں یہ صلاح الدین کی ایک فاش غلطی تھی جس کی تلافی اس نے بعد میں کرنی چاہی، لیکن اس وقت تک عیسائی فوجیں مشرق وسطیٰ میں اپنا اقتدار دوبارہ قائم کر چکی تھیں اور تیسری صلیبی جنگ کے لیے تیار تھیں)

(۴) صلاح الدین کی یہ فتوحات عارضی تھیں اور ان میں سے بعض خود مسلم مفاد کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئیں۔ مصر، شام، اور عراق کے مابین جو اتحاد پیدا ہوا تھا وہ ۱۱۹۳ء میں صلاح الدین کی وفات کے بعد قائم نہ رہ سکا اور صلیبی فوجیں نہ صرف شام پر دوبارہ قابض ہو گئیں بلکہ انھوں نے پچاس سال کے اندر بیت المقدس کو بھی اپنے تسلط میں لے لیا۔

(۵) نورالدین سے سیکھی ہوئی پالیسی کے تحت صلاح الدین مصر کی سرکاری آمدنی کو اپنے جنگی مصارف میں استعمال کر رہا تھا اسی لیے عیسائیوں نے اپنے حملوں کا رخ مصر کی طرف موڑ دیا جس کے نتیجے میں ایوبی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور مملوک خاندان مصر میں برسر اقتدار آ گیا۔ یہ ہیں مصنف کے بنیادی نکات۔ لیکن کسی تاریخی شخصیت کا تجزیہ کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اس کے تمام کارناموں کا مجموعی طور پر جائزہ لیں اور یہ دیکھیں کہ اس نے تاریخ کے صفحات پر کیا اثر ڈالا ہے۔ اس وقت جبکہ صلیبیوں کے متواتر حملوں سے اسلام اور عالم اسلام کو زبردست خطرہ لاحق تھا، صلاح الدین نے مصر، شام اور عراق کے بعض حصوں کو متحد کرنے کے سلسلے میں جو سیاسی اور فوجی کردار ادا کیا تھا وہ کوئی معمولی کارنامہ نہ تھا۔ نورالدین اور صلاح الدین دونوں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ مسلمان حکمراں نہ صرف ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرتے اور آپس میں لڑتے رہتے تھے بلکہ وہ صلیبیوں کے خلاف جنگ میں دلچسپی لینے کے بجائے اپنے مفاد کے خواہاں تھے۔

سنّیوں نے تمام اسلامی ممالک میں، خاص کر مصر میں، جہاں فاطمی شیعوں کی حکومت تھی، اپنا اقتدار قائم کرنے کے لیے جو جدوجہد کی تھی وہ صلاح الدین سے قبل کامیاب نہ ہو سکی تھی اور اس صورت حال سے نہ صرف صلاح الدین نے بلکہ نورالدین نے بھی پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ صلاح الدین کے اغراض و مقاصد نہ صرف سیاسی

بلکہ نظریاتی بھی تھے اور اسی کے لیے اس نے سب سے پہلے عالم اسلام کو متحد کیا جس کے بغیر صلیبیوں کے خلاف جنگ میں وہ کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔

صلیبی جنگوں میں مشرق وسطیٰ کی شمولیت کی تاریخی حقیقت صرف یہی ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے مفادات ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے اور مسلمانوں کا مفاد اسی میں تھا کہ وہ عیسائیوں کے خلاف مسلسل جد و جہد جاری رکھیں تاکہ صلیبیوں کی طاقت کم ہو جائے اور وہ آہستہ آہستہ اسلامی ممالک سے نکل جائیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صلاح الدین اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ان طاقتوں کو منظم کرنے میں کامیاب رہا۔ صلیبی جنگ میں مسلمانوں کی کامیابی نے نہ صرف صلیبیوں کی طاقت کو پھیلنے سے روکا بلکہ مسلمانوں کے اندر خود اعتمادی کا وہ جذبہ بھی پیدا کیا جس نے آخر کار صلیبیوں کو مشرق وسطیٰ سے ہمیشہ کے لیے نکل جانے پر مجبور کیا، صلیبی جنگ کی تاریخ میں صلاح الدین کا یہی اہم کارنامہ اس کی عظمت کی دلیل ہے۔

یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ صلاح الدین کی فتوحات عارضی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ صلاح الدین ہی تھا جس نے مشرق وسطیٰ کو عیسائیوں کے ہاتھوں ختم ہونے سے بچایا۔ دنیا کی تاریخ میں ایک لحاظ سے مشرق و مغرب کے درمیان کشمکش اور نزاع کا ایک طویل سلسلہ رہا ہے جس کی ایک کڑی یہ صلیبی جنگ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ صلاح الدین کی فتوحات نے مشرق وسطیٰ، خصوصاً ایشائے کوچک، کو ازمنۂ وسطیٰ کے یورپی اقوام کی ایک نو آبادی بننے سے کئی صدیوں تک محفوظ رکھا اور اس خدمت کے لیے ایشیائی عوام ہمیشہ صلاح الدین کے احسان مند رہیں گے۔

صلاح الدین کا بیت المقدس کو فتح کرنا اور طائر کو نظر انداز کرنا محض ایک حربی غلطی کہی جا سکتی ہے، لیکن اس کا صلیبی جنگوں کے مجموعی نتائج پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا اس کے علاوہ صلیبی جنگوں کو مذہبی جنگ کہا جا سکتا ہے۔ بیت المقدس جیسے مقدس شہر کی بازیابی عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں کا واحد مقصد تھا۔

مصنف کی یہ تنقید کہ صلاح الدین کی وفات کے بعد صلیبیوں کا بیت المقدس کو دوبارہ فتح کر لینا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ فتح محض عارضی تھی، درست نہیں ہے کیوں کہ صلیبیوں نے بیت المقدس کو دوبارہ جنگ کے ذریعہ نہیں بلکہ شہنشاہ فریڈریک

دوم کے ساتھ ایک عہدنامے کی رو سے حاصل کیا تھا۔ فریڈرک دوم کو نصف مسلمان سمجھا جاتا تھا۔ اسی لیے پوپ نے اس کے خلاف فتویٰ دے کر اسے عیسائیت سے خارج کر دیا تھا۔

مصنف کا یہ نظریہ بھی صحیح نہیں ہے کہ صلاح الدین نے مصر کی سرکاری آمدنی کو اپنے جنگی مصارف میں استعمال کر کے مصر کو معاشی حیثیت سے کمزور کر دیا تھا اور صلیبیوں کے لیے اس پر حملے کی راہ ہموار کر دی تھی۔ دراصل، صلیبیوں کے خلاف یہ مسلمانوں کی متفقہ جنگ تھی جس میں کسی منفرد اسلامی ملک کے ذاتی مفاد کو کوئی اہمیت نہیں دی جا سکتی تھی۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ صلاح الدین نے صلیبیوں کے خلاف جہاد میں جو مصری مالیات کا استعمال کیا تھا اس پر اسی زمانے کے مصریوں نے ناراضگی کا اظہار کیا ہو۔ ایوبی خاندان کا زوال اور مملوکی سلطنت کا عروج مصر کے داخلی معاملات تھے اور ان سے صلیبیوں کے خلاف اس مرد مجاہد اور یورپی استعماریت کے خلاف اس علمبردار حریت کی حیثیت اور عظمت کسی طرح مجروح نہیں ہوتی۔

زیر تبصرہ کتاب ابتدائی اور ثانوی مآخذ پر مشتمل ہے، لیکن مصنف نے دونوں پر یکساں اعتبار کیا ہے، بلکہ ثانوی مآخذ پر زیادہ بھروسہ کیا ہے۔ اتنی بات صاف ظاہر ہے کہ مذکورہ کتاب کسی عالمانہ تحقیق کی بنا پر عالموں اور محققوں کے لیے نہیں لکھی گئی ہے۔ لہٰذا تنقیدی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اس کی اہمیت بہت کم ہو جاتی ہے۔

مصنف نے عہد وسطیٰ اور دور حاضر کے مورخوں کی تصنیفات پر جو تبصرے کیے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صلاح الدین کا مخالف ہے۔ وہ عماد الدین اصفہانی (۱۱۲۵ - ۱۲۰۱ء) اور بہاء الدین امین شداد (۱۱۴۵ - ۱۲۳۴ء) کے بیانات کی اس بنا پر تنقید کرتا ہے کہ یہ دونوں مورخین صلاح الدین کے ندیموں میں شامل تھے: اول الذکر صلاح الدین کا ذاتی کاتب اور بہاء الدین اس کی فوج کا قاضی تھا۔ مصنف اسٹین لے لین پول اور ایچ اے۔ آر گب پر وہ نکتہ چینی کرتا ہے کہ ان دونوں مستشرقین نے صلاح الدین کے کارناموں کی تعریف کی ہے۔ لیکن اس کے برعکس وہ ابن الاثیر (۱۱۶۰ - ۱۲۳۳ء) سے، جو کہ صلاح الدین کے مخالفوں میں سے تھا، بہت زیادہ استفادہ کرتا ہے۔ واضح رہے کہ ابن الاثیر صلاح الدین سے اسی لیے بغض رکھتا تھا

کہ صلاح الدین نے اس کے سرپرست موصل کے زنگی خاندان کا خاتمہ کر دیا تھا (صفحات ۲، ۳۰، ۸۶، ۹۳، ۱۰۰، ۱۰۵، ۱۰۶ اور ۱۲۵) تاہم مصنف نے صلاح الدین کے خلاف جو دلائل پیش کیے ہیں ان کی ابن الاثیر کے مندرجہ ذیل بیان سے خود ہی تردید ہو جاتی ہے:

"مختصر یہ کہ وہ (صلاح الدین) صلیبیوں کے خلاف میدان جنگ میں ایک بے مثال مجاہد تھا جس میں بہت سی اعلیٰ صفات تھیں" (الکامل فی التاریخ، تصحیح ٹاؤن برگ جلد ۱۲ ص ۴۳)

یہ بھی ممکن ہے کہ مصنف نے ابن الاثیر کے مذکورہ بیان کو جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا ہو۔

مصنف نے چارلس جے۔ روزبالٹ، گرٹروڈ سلاٹر، زوارنلڈ بورگ اور جوشوا پراوار کی کتابوں کی مدد سے صلاح الدین کا مرتبہ و مقام گھٹانے کی کوشش کی، لیکن اس کے لیے جو دلائل فراہم کیے ہیں وہ بہت ہی کم زور ہیں ان دلائل میں لین پول اور گب نے صلاح الدین کی عظمت کا جو اعتراف کیا ہے، اسے غلط نہیں ثابت کیا جا سکتا۔

یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی اکثر کتابیں اسلامی ممالک یا مشرق وسطیٰ کے دور وسطیٰ کی معاشی تاریخ سے متعلق ہیں اور وہ اس میدان میں ایک اچھے محقق کی حیثیت رکھتا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب میں بھی مصنف نے متعلقہ دور کے مالی و معاشی پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے اور یہ اس کتاب کی ایک خوبی کہی جا سکتی ہے۔

اس سلسلے میں یہ ذکر کرنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ مصنف نے صلاح الدین کے کردار کا جو تجزیہ پیش کیا ہے وہ برنارڈ لیویس کے خیالات سے بہت قریب ہے جو کہ صلاح الدین کو ایک ایسا سفاک اور موقع پرست شخص سمجھتا ہے جس نے اپنے بلند عزائم اور ذاتی مفاد کی خاطر عیاری اور تشدد سے کام لے کر زنگی خاندان کا خاتمہ کر دیا اور اسی طرح اپنے آقا و سرپرست نور الدین کے وارثوں کو ان کے حق سے محروم کر کے ان کی سلطنت پر خود قابض ہو گیا۔ برنارڈ لیویس کے یہ خیالات زنگی خاندان کے نقطۂ نظر کے عین مطابق ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اس نے اپنے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ (دیکھئے مضمون "مصر و شام" از برنارڈ لیویس جو 'کیمبرج ہسٹری آف اسلام' میں شائع ہوا ہے، ۱۹۷۰ء، جلد اوّل، صفحات ۲۰۳، ۲۰۴)

ہمارے مصنف اور برنارڈ لیویس کے درمیان صلاح الدین سے متعلق رائے میں ایک اور بھی یکسانیت ہے: دونوں صلاح الدین کی انسان دوستی و شجاعت اور

دشمنوں کے ساتھ اس کی مہربانیوں کے سلسلے میں بالکل خاموش ہیں، جبکہ صلاح الدین کے معاصر عیسائی مورخوں اور صلیبی جنگوں کے راویوں نے اپنے تذکروں میں صلاح الدین کو ایک رحم دل اور بہادر مجاہد کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے۔ مورخوں میں شاید اہرینکہ یوز اور برنارڈ لیویس ہی دو ایسے تاریخ نگار ہیں جنھوں نے صلاح الدین کی ان خوبیوں سے چشم پوشی کی ہے۔

مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے صلاح الدین کی ایک نئی سوانح عمری پیش کی ہے۔ لیکن کتاب کے مطالعہ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ وہ مجاہد اعظم صلاح الدین کی سیرت کو مسخ کرنے میں سراسر ناکام رہا ہے۔

ادارۂ تحقیق کمپلکس فنڈ

میں دل کھول کر حصہ لیجئے

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ کو مختصر سے عرصہ میں جو شہرت اور مقبولیت ملی ہے اور اسے جو وسعت حاصل ہوئی ہے اس کے لیے ہم صمیم قلب سے اللہ تعالی کے حضور سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں۔ اس عرصہ میں ادارہ کا سہ ماہی ترجمان "تحقیقات اسلامی" منظر عام پر آیا جو آج بحمد اللہ ہندوستان میں اسلامیات کے صف اول کے مجلہ کی حیثیت سے اپنی جگہ بنا چکا ہے۔ طبع زاد تحقیقی تصانیف اور تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس وقت بھی متعدد ضخیم کتابیں زیر طباعت ہیں۔ اس کے علاوہ ادارہ میں تصنیفی تربیت کا شعبہ باقاعدگی سے کام کر رہا ہے جو قدیم و جدید درس گاہوں کے فارغین کی تصنیفی تربیت کا نظم کرتا ہے۔ ادارہ کے اسٹاف اور اس کے انتظامی شعبہ نے وسعت اختیار کرلی ہے۔ ادارہ کی لائبریری میں کتابوں کا اضافہ بھی روز افزوں ہے۔ ادارہ کے پیش نظر منصوبہ کو آگے بڑھانے کی موجودہ عمارت میں کوئی صورت نہیں ہے۔

ادارہ کے سامنے شروع ہی سے ایک بڑے کمپلکس کا منصوبہ رہا ہے جس میں اس کے تمام دفاتر، ریسرچ اسکالرس کے لیے ہاسٹل، اسٹاف کے لیے فیملی کوارٹرس، ایک وسیع لائبریری، پریس اور ایک خوبصورت مسجد کا نقشہ شامل ہے۔ اب اس مقصد کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ایریا میں ایک بڑا پلاٹ خریدنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جس کی قیمت اندازاً ڈھائی تین لاکھ روپئے ہوگی۔ خدا کا شکر ہے کہ امت کو ادارہ کے علمی و فکری کام کی اہمیت کا پورا پورا احساس ہے اس لیے ہمیں توقع ہے کہ اس کے ہر طبقے کی طرف سے ادارہ کے اس منصوبہ کو خوش آمدید کہا جائے گا اور اس کے ہمدرد اور بہی خواہ 'ادارۂ تحقیق کمپلکس فنڈ' میں دل کھول کر تعاون کریں گے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ براہ کرم چیک اور ڈرافٹ صرف IDARA-E-TAHQEEQ-O-TASNEEF-E-ISLAMI. ALIGARH کے نام ارسال کریں۔ والسلام۔ مخلص۔ جلال الدین عمری (سکریٹری ادارہ)